ہری مندر کے صحن میں سکندر کی یاد: ایک شام ڈائجسٹ کے نام

مندر کے صحن میں سکندر کی یاد: ایک شام ڈائجسٹ کے نام

□ منیر احمد راہی / ہندوستانی ڈائجسٹ

مئی کی ایک گرم شام کو ہم ڈائجسٹ کے دفتر سے نکلے تو ہوا میں وہی پرانی خوشبو تھی جو ہر سال اپریل کے آخر میں مندر کے صحن میں پھیل جاتی ہے۔ ہری مندر صاحب کے صحن میں داخل ہوئے تو سامنے سکندر کا مجسمہ روشنی میں کھڑا تھا، ہاتھ میں کتاب اور آنکھوں میں وہی سوال جو برسوں سے یہاں آنے والوں کے ساتھ چلتا ہے۔ یہ شام ڈائجسٹ کے قارئین کے نام ہے، جو ہر ماہ ہمیں خط لکھتے ہیں کہ مندر کے صحن میں بیٹھ کر پڑھا جانے والا ڈائجسٹ کیسا لگتا ہے۔

ہم نے طے کیا تھا کہ مجسمے کے نیچے بیٹھ کر ہر قارئ کا خط پڑھا جائے گا۔ پہلا خط امرتسر کے ایک کالج کے طالب علم کا تھا جو لکھتا ہے کہ اس کا دادا ہر شام یہی کتاب پڑھتا تھا اور اب وہ خود اسے یہاں لایا ہے تاکہ اپنے دادا کی آواز سن سکے۔ دوسرا خط ایک استاد کا تھا جو ریٹائرمنٹ کے بعد ہر اتوار کو یہاں آتا ہے اور کہتا ہے کہ مندر کا صحن اس کے لئے کلاس روم سے زیادہ سچا ہے۔ ہم نے یہ خط سنے تو محسوس ہوا کہ ڈائجسٹ صرف کاغذ نہیں، ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ اپنی کہانی دوسروں کو سناتے ہیں۔

شام ڈھلی تو ہم نے مجسمے کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے بات کی۔ ایک بزرگ نے کہا کہ وہ ہر جمعرات کو یہاں آتے ہیں اور اپنے پوتے کو ساتھ لاتے ہیں تاکہ وہ سیکھے کہ سوال کرنا کمزوری نہیں۔ ایک نوجوان نے کہا کہ وہ پہلی بار یہاں آیا تو صرف تصویر لینے آیا تھا، مگر جب اس نے خط پڑھا تو اسے لگا جیسے کتاب اس سے براہِ راست بول رہی ہو۔ ہم نے یہ باتیں نوٹ کیں اور طے کیا کہ اگلے شمارے میں قارئین کے خطوط کا ایک صفحہ مستقل طور پر شروع کیا جائے گا۔

مندر کے صحن میں بیٹھے ہوئے ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ڈائجسٹ کا قاری کوئی ایک عمر کا نہیں۔ بچے کہانیوں کی تصویریں دیکھتے ہیں، بوڑھے حافظے کی باتیں کرتے ہیں اور درمیانی عمر کے لوگ اپنے بچوں کو کتاب کھول کر دکھاتے ہیں۔ یہ منظر ہمارے لئے اس بات کا ثبوت تھا کہ ڈائجسٹ کی زبان اب بھی اتنی سادہ ہے کہ سب اسے سمجھ سکیں۔ ہم نے طے کیا کہ اگلے شمارے میں بچوں کے لئے ایک صفحہ الگ رکھا جائے گا جس پر سکندر کی کہانی کو تصویروں کے ساتھ دوبارہ لکھا جائے گا تاکہ چھوٹے قارئین بھی اسے پڑھ سکیں۔

مندر کے صحن میں سکندر کی یاد: ایک شام ڈائجسٹ کے نام